



سوال

(10) میت کو غسل دینے کا مسنون طریقہ

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محترم مفتی صاحب! السلام علیکم! میت کو نملانے کا طریقہ تفصیل سے تحریر فرمادیں۔ (ایک سالہ۔ اوکاڑہ) (۶ جولائی ۲۰۰۱ء)

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

اس سوال کے تفصیلی جواب کے لیے علامہ عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ کی کتاب 'مکتب الجنازہ' کا اقتباس ملاحظہ ہو۔

''میت کو غسل دینے کا ارادہ کریں تو اس کا کپڑا اتار دیں۔ مگر بدن کا جتنا حصہ زندگی کی حالت میں بچھپانا ضروری ہے اس کو بے ستر نہ کریں، پھر ہاتھ میں کپڑا پلیٹ کر اس کا استنجا کر انہیں اور بدن پر کہیں نجاست ہو تو اس کو پاک کریں، پھر وضوء کر انہیں اور سر اور داڑھی میں بال ہوں تو خطمی (ایک بوٹی) سے یا کسی اور صاف کرنے والی چیز سے دھوئیں اور اگر میت عورت ہو تو اس کے سر کی چوٹیوں کو کھول کر اس کا سر دھوئیں، پھر تین بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیں اور اخیر بار پانی میں کافور ملائیں، اگر تین بار سے زیادہ غسل دینے کی ضرورت معلوم ہو تو پانچ بار غسل دیں یا پانچ بار سے بھی زیادہ مگر طاق ہونا چاہیے اور غسل دینے میں داہنی طرف سے شروع کریں۔ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

بم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو غسل دے رہی تھیں، اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ ہم پر داخل ہوئے اور فرمایا کہ ان کو غسل دو اور پانی بیری کے پتوں سے تین بار یا پانچ بار یا اس سے زیادہ اگر تم کو ضرورت معلوم ہو اور اخیر غسل میں کافور ڈالو۔

(اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کے تینوں غسل پانی اور بیری کے پتوں سے ہونے چاہئیں، اور تیسرے غسل میں کچھ کافور بھی ملا لینا چاہیے، لیکن سنن ابی داؤد میں محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ انھوں نے غسل میت کا طریقہ ام عطیہ سے سیکھا تھا، وہ غسل دیتے تھے پانی اور بیری کے پتوں سے دو بار اور تیسری بار پانی اور کافور سے۔)

اور ایک روایت میں ہے کہ ان کی داہنی طرف سے اور وضوء کی جگہوں سے شروع کرو۔ (صحیح البخاری، باب مَا يُسْتَحَبُّ أَنْ يُغْسَلَ مِنْهُ، رقم: ۱۲۵۳، و بَابُ مَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنَ النِّسَاءِ، رقم: ۱۲۵۶، و صحیح مسلم)

زمری اور آہستگی سے غسل دیں اور میت سے کوئی مکروہ اور معیوب بات معلوم ہو تو اس کو بچھپائیں اور کسی سے ظاہر نہ کریں اور جس مقام میں غسل دیں وہاں پردہ کر لیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (صحیح البخاری و صحیح مسلم، باب تخریم

الظلم، رقم: ۲۵۸۰)

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اپنے مردوں کی خویوں کو بیان کرو اور ان کی برائیوں کے ذکر سے باز رہو۔ (سنن ابی داؤد، باب فی الثئی عن سب النوفی، رقم: ۴۹۰۰)، (سنن الترمذی، باب ماجاء فی دفن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث قبض، رقم: ۱۰۱۹)

علماء لکھتے ہیں کہ غسل دینے والا جب میت کی کوئی اچھی بات دیکھے، مثلاً اس کے چہرہ کا چمکنا اور روشن ہونا یا اس سے خوشبو کا معلوم ہونا تو بہتر ہے کہ اس کو لوگوں سے بیان کرے اور اگر کوئی بات مکروہ دیکھے، مثلاً اس کے چہرے یا بدن کا سیاہ ہونا یا اس کی صورت کا بدل جانا یا اس سے بدبو معلوم ہونا تو اس کو لوگوں سے ظاہر کرنا جائز نہیں۔

فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ میت کو غسل دینے کے واسطے تخت یا چارپائی پر پہلے بائیں کروٹ لٹائیں تاکہ غسل دینا آسان ہو اور پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح غسل دیں، یہ دوسرا غسل ہوا۔ پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح غسل دیں یہ تیسرا غسل نیچے تک تمام بدن کا غسل ہو جائے۔ یہ ایک غسل ہوا پھر دائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح غسل دیں، یہ دوسرا غسل ہوا۔ پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر اسی طرح غسل دیں یہ تیسرا غسل ہوا۔

فوائد مستفردہ:

فائدہ: جب میت کو غسل دینے کے واسطے تخت یا چارپائی پر فرمائیں تو کس رخ پر لٹائیں؟ اس بارے میں کوئی حدیث نظر سے نہیں گزری، علماء کی رائیں اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں جیسے قبر میں لٹایا جاتا ہے، اسی طرح غسل دینے کے وقت بھی لٹانا چاہیے اور بعض کہتے ہیں اس طرح لٹایا جائے کہ اس کے پیر قبلہ کی طرف ہوں۔ فقہیہ سرخصی حنفی کہتے ہیں کہ صبح یہ ہے کہ جس رخ لٹانے میں آسانی ہو اسی رخ لٹائیں۔

فائدہ: حنفی مذہب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ”جس تخت پر میت کو غسل دینا ہو اس کو پہلے کسی خوشبودار چیز مثلاً اگریا لوبان سے تین بار یا پانچ بار دھونی دے لیں۔“ لیکن اس دھونی کا ثبوت حدیث سے نہیں ملتا ہے۔ ہاں کفن کے دھونی دینے کا ثبوت حدیث سے ہے۔ جیسا کہ تم کو آگے معلوم ہوگا۔

فائدہ: اوپر حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے معلوم ہوا کہ میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا چاہیے، رہی یہ بات کہ بیری کے پتوں کو کس طریق سے استعمال کرنا چاہیے سو اس کے متعلق حدیث سے کوئی تشریح نہیں ملتی ہے۔ فقہائے حنفیہ لکھتے ہیں کہ بیری کے پتوں کو پانی میں جوش دیا جائے اور اسی جوش دیے ہوئے پانی کے پتوں کو پانی میں ڈالیں اور پانی کو خوب حرکت دیں تاکہ گاج نکلے، پس اس گاج کو میت کے تمام بدن پر ملیں۔ پھر خالص پانی ڈالیں۔ یہ ایک غسل ہوا۔ ملک عرب میں یہ دستور ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں پس کر میت کو تمام بدن پر ملتے ہیں پھر خالص پانی سے بدن کو صاف کر دیتے ہیں۔

فائدہ: میت چونکہ منہ اور ناک سے پانی خارج نہیں کر سکتی، اس وجہ سے فقہائے حنفیہ کہتے ہیں کہ میت کو بلا مضمضہ (گلی) استنشاق (ناک میں پانی ڈالنا) کے وضوء کرانا چاہیے، اور بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ میت کو مضمضہ اور استنشاق اس طرح کرایا جائے کہ انگلی میں کپڑا لپیٹ کر اس کے مسوڑھوں اور دانتوں اور لبوں کو مل دیا جائے اور ناک کے نتھنوں میں انگلی پھرائی جائے اور بعض فقہاء لکھتے ہیں کہ میت اگر جنب ہو تو اس کو مضمضہ اور استنشاق کے ساتھ وضوء کرانا چاہیے اور فقہائے شافعیہ لکھتے ہیں کہ میت کو مضمضہ اور استنشاق کے ساتھ وضوء کرانا چاہیے، جنب ہو یا نہ ہو۔

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ میت کو مضمضہ اور استنشاق کے ساتھ وضوء کرانا چاہیے اور اگر مضمضہ اور استنشاق نہ ہو سکے تو وہی کیا جائے جو فقہائے حنفیہ نے لکھا ہے، یعنی انگلی میں کپڑا لپیٹ کر اس کے مسوڑھوں اور دانتوں اور لبوں کو مل دیا جائے اور ناک کے نتھنوں میں انگلی پھرائی جائے۔

فائدہ: تین بار غسل دینے کے بعد میت کی شرمگاہ سے کوئی شے خارج ہو تو اس کو دھو دینا کافی ہے۔ یا پھر سے غسل دینا چاہیے؟ اس بارے میں علماء کے دو قول ہیں: حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دھو دینا کافی ہے۔ پھر سے غسل دینے کی ضرورت نہیں اور یہی قول ہے علمائے حنفیہ کا اور محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ تین بار غسل دیا جائے۔ اگر تین بار غسل دینے کے



بعد کوئی شے خارج ہو تو پانچ بار غسل دیا جائے اور اگر پانچ بار غسل دینے کے بعد کوئی شے خارج ہو تو سات بار غسل دیا جائے، یہ محمد بن سیرین وہ شخص ہیں جو تہمیر و تکفین کے احکام و مسائل کو تمام تابعین سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اور غسل دینے کا طریقہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا تھا۔

فائدہ: کوئی مسلمان مرجانے کے بعد نجس و ناپاک نہیں ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کو نجس مت کہو، کیونکہ مومن نجس نہیں، نہ زندگی کی حالت میں اور نہ مرنے کے بعد، روایت کیا اس کو سعید بن منصور نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ”شرح بخاری“ میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور یہ اثر مرفوعاً بھی روایت کیا گیا ہے۔“

هَذَا مَا عِنْدِي وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

جلد: 3، کتاب الجنائز: صفحہ: 83

محدث فتویٰ